ناسخ منسوخ

حقیقت کیا ھے

تحقیق :
الفقیہ الحکیم السید محمد احسن زیدی مجتہد، (ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس)

www.insaaniat.org

ناسخ منسوخ

ناسخ کے معنی کسی تحریر کو بجنسہٖ نقل کرنا۔

منسوخ کے معنی نقل شدہ لکھا ہوا ہونا۔

نُسخہ مریض کے لئے دوائی کا پرچہ۔

لیکن باطل پرستوں نے منسوخ کے معنی متروک اور باطل (Cancelled) کر دیئے جو کہ قرآن کریم کے خلاف ہے (45/29)۔ اور کہہ دیا کہ ہر نبیؑ کی شریعت سابقہ نبیؑ سے مختلف تھی اس لئے ہر سابقہ شریعت منسوخ ہوتی رہی۔ چنانچہ ہمارے نبیؐ کی شریعت نے بھی سابقہ رسولوںؑ کی شریعتوں اور کتابوں کو منسوخ (Cancelled) کر دیا۔ یہ ایک ایسا فریب ہے جو لفظ ''منسوخ'' کے حقیقی معنی کرتے ہی کھل کے سامنے آجاتا ہے۔ حالانکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کریم نے سابقہ کتب ہائے خداوندی کی تصدیق کی ہے۔ (3/50,3/3,2/97 وغیرہ)

تین آیات جنہیں بنیاد بنا کر معصوم مذہب اسلام کی بساط اُلٹ دی گئی۔

(1) مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَآ اَوۡ مِثۡلِهَا، اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌO (البقرہ۔ 2/106)

(2) وَاِذَا بَدَّلۡنَاۤ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ وَّاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُفۡتَرٍ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَO (النحل۔ 16/101)

(3) وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِىٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلۡقَى الشَّيۡطٰنُ فِىۡۤ اُمۡنِيَّتِهٖ فَيَنۡسَخُ اللّٰهُ مَا يُلۡقِى الشَّيۡطٰنُ ثُمَّ يُحۡكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌO (22/52)

ہمارے نام نہاد دینی نظامِ تعلیم نے ہمیں مکمل طور پر باور کرا دیا ہے کہ ہر بعد میں آنے والا رسولؑ سابقہ رسولؑ یا رسولوںؑ کی تعلیمات کو منسوخ (غلط العام معنی متروک، باطل، Cancell) کر دیتا تھا اور تازہ الہامی کتاب سابقہ کتب ہائے خداوندی کو منسوخ کرتی چلی آرہی تھی۔ لہٰذا محمد مصطفیٰؐ آئے تو تمام سابقہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات منسوخ ہوگئیں اور قرآنِ کریم آیا تو سابقہ تمام آسمانی کتابیں منسوخ ہوگئیں۔ پھر بات آگے بڑھی یعنی قرآن کریم کی تعلیمات بھی منسوخ ہوتی رہیں اور قرآن میں ایسی بہت سی آیات ہیں جو بعد میں منسوخ ہوگئیں۔ اور یہی حال رسولؐ اللہ کی احادیث کا ہوا کہ بہت سی احادیث بھی منسوخ ہوگئی ہیں۔ اور کہا یہ جاتا ہے کہ یعنی آج نہ قرآن منسوخ آیات سے مبرّا ہے نہ احادیث ہی میں پکا یقین ہے کہ نہ معلوم کتنی اور کونسی احادیثِ رسولؐ منسوخ ہیں۔ پھر آئمہ علیھم السلام کی احادیث بھی ہر آنے والا امامؑ منسوخ کرتا رہا ہے۔ اسی کو بنیاد بناتے ہوئے ایک نام نہاد عالم جب دل چاہتا ہے لوگوں کو ڈانٹ دیتا ہے۔ اور آیات واحادیث کے معنی ومفہوم سمجھنے اور کسی نتیجہ پر پہنچنے سے یہ کہہ کر رُوک لگا دیتا ہے کہ خبردار! قرآن میں بہت سی آیات ناسخ ومنسوخ ہیں۔ کئی ایک عام و خاص ہیں، کچھ مطلق ومقید ہیں، کچھ متشابہات اور کچھ محکمات وغیرہ ہیں۔ تم لوگ جب تک اُن تمام کی تفصیلات کو نہ سمجھ لو کسی مسئلہ کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ صرف علماءِ کرام کا کام ہے۔ اُنہوں نے صدیوں کی محنتِ شاقّہ سے جو کچھ سمجھا ہے تمہیں اُسے اختیار کرنا چاہیئے تاکہ گمراہی کا اندیشہ باقی نہ رہے۔ صدیوں سے اس طرزِ عمل نے اُمتِ مُسلمہ کو قرآنِ کریم میں غور وفکر، تدبر وتعقل اور تعلیماتِ الٰہیہ و محمدؐ وآلِ محمدؐ سے یکسر بے بہرہ کر دیا اور نتائج سب کے سامنے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم نے کسی آیت میں کسی سابقہ کتابِ خداوندی کو نہ ردّ کیا، نہ باطل کیا، نہ معطل کیا اور نہ اُن پر عمل کرنے سے منع کیا

قرآن کریم نے انبیاء علیھم السلام کا یہ مستقل اصول بتایا ہے کہ ہر آنے والے نبیؑ کو سابقہ تمام انبیاءؑ کی کتابوں کی تعلیم سے آراستہ کر کے بھیجا جاتا تھا۔ تاکہ اسلامی یونیورسٹی کی تعلیم آخری درجہ تک مربوط ومسلسل رہے اور کوئی اختلاف پیدا نہ ہونے پائے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کو جسمانی پیدائش سے قبل ہی اس وقت تک کی مکمل تعلیم دے کر مبعوث کیا تھا۔ اور مبعوث ہوتے ہی پہلے روز صاحب کتاب ونبوت ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ قَالَ اِنِّىۡ عَبۡدُ اللّٰهِ اٰتٰٮنِىَ الۡكِتٰبَ وَجَعَلَنِىۡ نَبِيًّاO (سورۃ مریم۔ 19/30)

اسی طرح ایک بچہ کے ساتھ بالغ ہونے تک آپکا سلوک اور بچہ کا بچپن سے بلوغ تک عمل حضرت آدمؑ سے لیکر باقی انبیاءؑ کی تعلیم پر ہوتا ہے۔ بلوغ کے بعد

قرآن میں مخصوص تعلیم بھی واجب ہو جاتی ہے اور اُسکی ادائیگی میں سابقہ انبیاءؑ کی تعلیمات اسی طرح کثرت سے استعمال ہوتی ہیں جیسے ایم اے کا طالب علم یا ایم ایس سی شخص، اے بی سی ڈی اور جمع تفریق وضرب وتقسیم وغیرہ کو زیادہ سے زیادہ استعمال کرنے پر مجبور ہے۔اور وہ پہلی جماعت سے لیکر اپنی (ایم اے) جماعت سے پہلے کی تعلیم کو استعمال کئے بغیر ہرگز کوئی کام ایم اے کے نصاب کا نہیں کرسکتا۔سوائے اسکے وہ سابقہ تمام درجوں کی تعلیم کا سہارا لے۔لہٰذا نوٹ فرمالیں کہ نہ کسی مذہب کی شریعت بیکار ہوئی ہے۔نہ تعلیماتِ انبیاءؑ بے کار ہوگئی ہیں۔نہ کوئی کتابِ خداوندی معطل وزائل وخارج از اسلام ہوئی ہے۔آدمؑ سے لیکر خاتمؐ تک کی تمام تعلیمات کا نام اسلام ہے اور تمام تعلیمات (توریت، زبور، انجیل) کا مجموعہ قرآن ہے۔کسی نبیؐ کا ایک حرف ایک حکم اور تعلیم کا ایک جملہ اور ایک لفظ اور کسی لفظ کا شوشہ بھی کینسل (Cancelled) یا بیکار نہیں البتہ منسوخ یا لکھا ہوا موجود ہے۔اور جب بھی متعلقہ حالات پیدا ہونگے۔اُن منسوخ (لکھے ہوئے) احکام پر عمل کیا جائیگا۔حالات نہ ہونگے تو حکم لکھا ہوا (منسوخ شدہ) ریکارڈ میں وقت آنے کا منتظر رہیگا۔نماز اور روزہ اور حج وزکاۃ وخمس وجہاد حالات اور وقت کے ساتھ مشروط ومُقیّد ہیں۔ایسے اوقات اور حالتیں بہت زیادہ ہیں جب آپ پر نہ کوئی نماز عملاً واجب ہے۔نہ روزہ فرض ہے۔نہ زکاۃ لاگو ہے۔نہ خمس نہ حج نہ جہاد واجب ہے۔اور اللہ ورسولؐ آپ سے خوش ہیں۔اور آپ عاقل وبالغ، دانا ومسلم ہیں۔جب مقررہ اور منسوخہ وقت اور حالت آئے تو سب واجب۔ اور ادا کر لینے کے بعد سب منسوخ حیثیت سے واجب۔

<u>تمام سابقہ کتابیں اور صحیفے قرآن میں بھی موجود ہیں اور الگ الگ بھی تحریری ریکارڈ میں موجود ہیں۔</u>

''۔یہ رسولؐ، اللہ کی طرف سے پاکیزہ صحیفوں کو پڑھ کرسناتا ہے اسکی تلاوت میں وہ تمام کتابیں شامل ہیں جو باقی وبرقرار رہنے والی ہیں۔'' (سورۃ البیّنۃ.3-2/98)
اور یہ بھی بتایا گیا کہ قرآنی تعلیمات سابقہ کتابوں میں یعنی حضرت ابراہیمؑ وموسیٰؑ وغیرہ کی کتابوں میں بھی تھیں۔(سورۃ الاعلیٰ۔19-87/18)
سابقہ کتابوں اور شریعتوں کے بارے میں حضرت علیؑ فرماتے ہیں:۔
''یقیناً اللہ نے قلم بند ہوتے چلے آنے والے انبیاءؑ اور آئمہؑ کے ذریعہ سے کھلے طور پر چیلنج کرنے والی کتابوں کے واضح بیانات سے تمہارے تمام عذرات اور بہانے ختم کر کے تم پر حجت قائم کر دی ہے اور بچ نکلنے کا کوئی پہلو باقی نہیں چھوڑا ہے۔'' آپؑ ہی نے فرمایا تھا:۔
''خدا کی قسم ہے کہ مجھے تمام رسولوںؑ کی تعلیمات کو لوگوں تک پہنچانے کا علم حاصل ہے اور دین پر عمل کرنے والوں کے ساتھ جو وعدے کئے گئے ہیں اُن کو پورا کرنے اور خدا کے کلمات کو مکمل کرنے کی قابلیت حاصل ہے۔ہم اہل بیت نبوتؐ کے پاس دانش کے دروازے اور امر خداوندی کی روشنی ہے۔<u>خبردار رہو کہ اللہ کی طرف سے آئی ہوئی تمام شریعتیں ایک ہی دین ہے اور اس دین کی تمام سبیلیں بامقصد ہیں</u> جس نے اس دین کو اختیار کر لیا وہ بہرہ یاب ہو کر منزل پر جا پہنچے گا اور جو توقف کرے گا وہ گمراہ اور نادم ہوگا۔(نہج البلاغۃ خطبہ نمبر 118، مفتی جعفر حسین)
''اگر میرے لئے مسند بچھائی جائے تو میں اہل توریت کو توریت سے احکام دوں گا اہل انجیل کو انجیل سے اور زبور والوں کو زبور سے فیصلے سناؤں گا اور قرآن والوں کو قرآن میں نازل شدہ احکام دوں گا۔'' (ینابیع المودۃ)

قارئین غور فرمائیں کہ یہ وہی طریقہ ہے جسے ہم کالج یا یونیورسٹی کے نصاب سے تعبیر کرتے ہیں۔اسلئے جس نے قرآن کریم کو نافذ کرنا چاہا ہے ظاہر ہے کہ وہ احتیاج کسی سابقہ یا پرانی (یعنی پچھلی کلاس) اور قدیم کتاب میں پوری نہ ہوگی۔اس لئے کہ وہ ضرورت نئے زمانہ (نئی اگلی کلاس) میں پیدا ہوئی ہے اور اُن کتابوں میں نہیں ہے تو لوگ خوشی خوشی آپ ہی اپنی کتاب کی پوزیشن سمجھ جائیں گے اور اگلی کتاب سے اگلے درجے کی تعلیم اور جواب چاہیں گے یہاں تک کہ تمام اہل کتاب بلند ہوتے ہوئے قرآن کی انتہائی تعلیم اختیار کرلیں گے۔کوئی جھگڑا و اختلاف باقی نہ رہیگا اور تمام دُنیا امن وآشتی کا گہوارہ بن جائیگی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تخلیق انسانی پر روشنی ڈالتے ہوئے الہامی کتابوں، توریت، زبور، انجیل اور قرآن کی نسبت فرماتے ہیں کہ:۔
''یقیناً اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کے وجود میں آنے سے دو ہزار سال قبل قلم کو حکم دیا تھا کہ وہ لوحِ محفوظ پر وہ سب کچھ لکھ دے جو کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک کرنے والا تھا............اور یقیناً ہم جو کچھ دیکھتے ہیں وہ یہی چار مشہور کتابیں ہیں۔جن میں ایک توریت، ایک زبور، ایک انجیل اور ایک قرآن ہے جو اللہ

تعالیٰ نے لوحِ محفوظ سے اپنے رسولوں پر نازل کی تھیں۔(علل الشرائع صفحہ۔18)

قارئین دیکھیں کہ جو الہامی کتابیں حضرت آدم علیہ السلام سے بھی پہلے اور اپنی مکمل صورت میں منسوخ (لکھی ہوئی) ہو چکی ہوں۔اُن میں سے کسی حکم کو تبدیل کرنا یا باطل کرنا اور ناکافی یا غلط پا کر اُس سے اچھا حکم دینا اس لئے باطل اور شیطانی سوچ کی بات ہے کہ اللہ کو ہر اچھائی اور ہر برائی روزِ ازل سے معلوم ہے۔ورنہ عقلاً یہ ماننا ہوگا کہ لوحِ محفوظ میں لکھواتے وقت اللہ کے علم و تجربہ میں نقص ہی نہیں تھا بلکہ وہ نقص اور خرابی اللہ کو معلوم بھی نہ تھی (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) اور رفتہ رفتہ تجربہ ہونے کے بعد اصلاحی حکم دیا تھا۔

آئمہ علیھم السلام تمام سابقہ کتابوں کے عالم و حامل و محافظ تھے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ:۔

یہ سب (کتابیں) ہمارے پاس اُنہی کی طرف سے بطورِ وراثت پہنچی ہیں۔ہم اُنہیں اُن ہی کی زبان میں اُنہی کی طرح سے پڑھتے ہیں۔اور یہ بھی فرمایا کہ وہ تمام کتابیں جو اللہ نے نازل کی تھیں سب کی سب علم والوں کے پاس ہیں اور علم والے ہم ہیں۔

امام مہدی عصر والزّمان چاروں کتابوں سے حکومت کریں گے اور نظامِ مساوات قائم کریں گے

۔’’حضرت امام محمدؑ باقر علیہ السلام نے جابر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شخص کو پانچ سو درہم دے کر فرمایا کہ یہ تم لے جاؤ اور اُن کو اپنے پڑوسیوں ،یتیموں اور مسکینوں اور اپنے مسلمان بھائیوں میں مناسب طریقہ پر صرف کرو۔یقیناً اس قسم کی تقسیم اُس وقت با قاعدگی اختیار کرے گی جب ہماری اِسلامی حکومت ہمارا قائم اپنی قوت سے قائم کرے گا تو وہؑ تمام نیک و بد انسانوں کو حقوق و اموال میں مساوی کر دے گا۔اور رحمٰن کی مخلوق میں عدل و انصاف کرے گا۔چنانچہ جو شخص اُنؑ کی اطاعت کرے گا وہ اللہ کی اطاعت ہوگی اور جو کوئی نافرمانی کریگا وہ اللہ کی نافرمانی ہوگی۔یقیناً اُسؑ کا نام مہدیؑ اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہؑ اس منصوبے کے مطابق ہدایت کریگا جسے پوشیدہ رکھا جاتا رہا اور جس پر کسی زمانہ میں بھی عمل نہ ہونے دیا گیا۔چنانچہ وہؑ انطاکیہ کے ایک غار سے توریت اور اللہ کی تمام الہامی کتابیں برآمد کریں گے۔پھر توریت والوں میں توریت سے اور زبور کے ماننے والوں میں زبور سے اور اہلِ انجیل میں انجیل سے احکام اور فیصلے نافذ کریں گے۔اور فرقان والوں پر فرقان سے حکومت کریں گے۔اُنؑ کے پاس تمام دُنیا کا مال و دولت جمع ہو جائیگا۔زمین اپنی پوشیدہ دولت اور خزانے اُگل دے گی۔وہؑ تمام مجرموں پر مواخذہ کرے گا اور اُنہیں اُن کی بے رحمی اور خون آشامی اور حرام کاریوں کی سزا دے گا اور ایسی چیزیں دیگا جو اُنؑ سے پہلے کسی نے نہیں دی تھیں۔پھر فرمایا کہ رسوؐل اللہ کا ارشاد ہے کہ وہؑ ہمارا آدمی ہے۔اُسؑ کا وہی نام ہے جو میرا نام ہے۔اللہ نے مجھے اور میرے نظام کو اُسؑ کے ذریعہ سے محفوظ رکھنا ہے۔وہؑ ہی میری حقیقی سنت پر عمل کریگا۔وہؑ اس زمین کو ظلم و ستم و بدعملی سے بھر جانے کے بعد عدل و قسط اور نور سے لبریز کر دیگا‘‘(علل الشرائع صفحہ 161)

غیر اسلامی طبیعتوں اور مزاج انسانی کو بتدریج مرحلہ وار زیادہ سے زیادہ ذمہ داری سونپنا

قارئین یہ ذہن میں رکھیں کہ غیر اسلامی طبیعتوں اور مزاج انسانی کو بتدریج مرحلہ وار زیادہ سے زیادہ ذمہ دار بنانے کیلئے بھی ابتدائی تعلیمات ایک ایسے مقام سے شروع کی جاتی رہی ہیں کہ انسانوں کی کثرت انبیاءؑ و رسُلؑ و آئمہؑ کی تعلیمات کو خوشی خوشی بلا کسی ناگواری کے قبول کرے اور عمل کرنے میں دقت محسوس نہ کرے۔اس تناظر میں دیکھا جائے تو یہ تعلیمی سلسلہ ایک چار لفظی جملہ (1)لا۔(2)اِلٰـــــــہَ۔(3)اِلّا۔(4)اللہ۔سے شروع ہوا اور مرحلہ وار بتدریج چار ہزار پابندیوں اور صبر آزما قربانیوں پر ختم ہوا۔اللہ کے بعد ملائکہ پر ایمان لازم ہوگیا۔محمدؐ ہی نہیں بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوںؑ پر ایمان کے بغیر جنت ناممکن ہوگئی لیکن نہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ منع ہوا نہ ختم ہوا نہ بند ہوا وہ اپنی جگہ برقرار رہا۔پھر ساری سابقہ الہامی کتابوں پر ایمان لازم ہوگیا اور کسی ایک کتاب کے بھی انکار سے جہنم لازم ہوگئی۔بات یہاں ختم نہ ہوئی بلکہ لا الٰہ اِلَّا اللّٰہ کے میدان میں لاکر یہ بھی منوالیا کہ قیامت میں دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور اپنے تمام اعمال کا جواب دینا پڑے گا۔اچھے اعمال ہونگے تو جنت ملیگی ورنہ لا الٰہ سمیت جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔محمدؐ رسو ل اللّٰہ پڑھنے کی بھی رعایت نہ ہوگی۔ اس طرح

لوگ مسلسل آگے بڑھتے گئے اور اس جملہ کا ہر پہلو تلاش کرتے اور تکمیل کی طرف چلتے گئے تاکہ فلاح ونجات میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔مثلاً

(1) جب یہ مان لیا گیا کہ اللہ انسانی فلاح ونجات کا ضامن ہے تو ہمیں اس ضمانت میں استقلال کی بھی ضرورت ہے۔

لہٰذا یہ بھی ماننا لازم ہو گیا کہ ہماری فلاح کا ضامن ہمیشہ موجود (باقی۔قیوم) رہے۔

(2) وہ علیم وحکیم وسمیع وبصیر ہو، تاکہ فلاح ونجات میں خامی نہ رہ جائے۔

(3) پھر ایسی ہستی جو ہماری طرح غلطی اور غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے ہماری فلاح ونجات میں بھی غلط عمل کر گذرے گی جو ہمارے ہی لئے خطرناک ہے۔لہٰذا اللہ کو نہ صرف واحد وقیوم، علیم وبصیر وغیرہ ہونا چاہئے بلکہ نہایت ضروری ہے کہ وہ ظلم سے پاک اور عادل ہو ورنہ،

(4) وہ نبوتؑ ورسالتؑ وامامتؑ کے تقرر میں بھی غلطی کر سکے گا اور اس کی فلاح ،بخشش ونجات آفرین تعلیمات خطرہ میں پڑ جائیں گی۔چنانچہ اسکے مقرر کردہ راہنما معصومؑ اور الٰہی صفات کا مجسمہ ہوتے ہیں۔اللہ کی منشا اور مقاصد کو قابل فہم اور مادی وعقلی صورت میں قولاً وفعلاً کہہ کر اور کر کے دکھاتے ہیں اور اپنے ہر قول وفعل ونقل وحرکت سے اللہ کی رضامندیاں پیش کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

(5) تعلیماتِ خداوندی کا ذخیرہ بذریعہ وحی قرآن میں جمع کر دیا گیا ہے۔اور قرآن کو اللہ کی کتاب اور کلام اللہ مانتے ہی لاکھوں احکام کا ماننا واجب ہو جاتا ہے اور یہ سب کچھ لَااِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ میں داخل تھا۔یعنی یہ ایک <u>**محکم حکم**</u> تھا۔محکم اُس حکم کو کہا جاتا ہے جو مستقل ہو،مضبوط بنیاد پر قائم ہو،جس میں نقص یا کمی اور خامی نہ ہو۔یہی نہیں بلکہ وہ ایک سمٹی ہوئی بنیاد (اُمّ) ہو جس کو پھیلانے سے اس کے اندر سے ،اس سے متعلق اسی کے ہمشکل ومشابہ یا متشابہہ احکام نکلتے چلے آئیں اور ہر نکلنے والا حکم اس محکم حکم کی تفصیل بنتا اور اُسے اُجاگر کرتا جائے۔جیسا کہ آپ نے لَااِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ کی مثال میں پانچ متشابہ صورتیں ملاحظہ کیں جو سب کی سب کلمہ توحید کی تفصیل ہیں۔یہ پانچ باتیں بتانے کے لئے بیسیوں متشابہ احکام واحادیث وآیات سامنے لائی گئیں (اسلام میں نظامِ ہدایت وتقلید) اور ابھی سینکڑوں متشابہ آیات واحادیث باقی ہیں جو ہم بیان کرنے کا وقت نہیں پاتے۔جیسے کلمہ توحید کی تفصیل میں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ اللہ کی ہستی ایسی ہے کہ جس کو کسی مادی مثال وتمثیل سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔'' لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَھُوَالسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ O (شوریٰ 42/11) لیکن ساتھ ہی وہ سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے یعنی اُس کے لئے کانوں اور آنکھوں کی مثال دینا غلط ہے۔بہر حال سینکڑوں ایسے مقامات وآیات واحادیث ہیں جو لَااِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ کے محکم جملے کے ہم شکل ومتشابہ ہیں اور مسلمان اُن کو جانتے ہیں۔ہم تو مختصراً <u>محکم</u> اور <u>متشابہ</u> اور <u>ناسخ</u> و <u>منسوخ</u> کا فرق اور پوزیشن سمجھانا چاہتے ہیں۔لہٰذا یاد رکھیں کہ <u>ہر وہ حکم یا آیت یا حدیث **متشابہات** میں داخل ہے جو کسی اور حکم یا آیت یا حدیث کی تفصیل ووضاحت بیان کرے</u> اور اپنی شکل وصورت وبیان سے اُس حکم یا آیت یا حدیث کو شناخت کرنے میں مددگار ہو جس کی وہ تفصیل ووضاحت کرتی ہے جسے <u>**محکم یا محکمات**</u> کہا جائے گا۔جس کی تعریف ہم نے اوپر لکھی ہے۔سب کلمہ توحید کی تفصیل ہیں۔اور جب کلمہ توحید زبانوں پر جاری رہنے لگا، جزوقلب وذہن بن گیا اُدھر نبوی ریکارڈ میں منسوخ (تحریر) ہو گیا۔تو اس کے نافذ العمل ہو جانے اور زندگی میں ہر وقت کا معمول بن جانے کے بعد اس کی نزدیک ترین پہلی تفصیل بطور ناسخ (تحریر کرنے والا) سامنے لائی گئی۔یعنی نیا حکم دیا گیا کہ اللہ کو عادل مانو۔یہ '' <u>نیا حکم یا ناسخ حکم۔</u>'' پہلے لکھے ہوئے (منسوخ) حکم کو باطل نہیں کرتا۔لَااِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ کے اقرار کو ختم نہیں کرتا۔بلکہ اُس کو اجاگر کرتا ہے۔برقرار رکھتا ہے۔اُس میں حُسن ویقین بڑھ جاتا ہے۔پھر بتایا گیا کہ وہ اللہ جو ہماری ضمانت کا ذمہ دار ہے اُسے علیم وخبیر وسمیع وبصیر مانو۔الغرض اس طرح یکے بعد دیگرے لکھوائے جانے والے ناسخ حکم دیئے جاتے رہے اور سابقہ لکھے ہوئے (منسوخ) حکم میں شامل ہو کر تحریر (منسوخ) ہوتے چلے گئے۔لوگ عمل کرتے گئے منسوخ احکام معمول بنتے گئے۔یہ نمازیں یہ روزے اور دیگر تمام عبادات واخلاقیات ونظریات واعتقادات اسی کلمہ توحید کی تفصیلات ومتشابہات ہیں۔اور سب کی سب ناسخ (لکھنے والی) بن کر یکے بعد دیگرے آتی گئیں اور عملی وتحریری ریکارڈ میں (منسوخ) تحریر ہوتی چلی گئیں۔

آپ جانتے ہیں کہ ہماری یونیورسٹی میں پہلی جماعت سے لے کر سولھویں جماعت (ایم اے) تک کا نصاب لکھا ہوا (منسوخ) موجود ہے۔ جب ایک بچہ پہلی جماعت میں الف، ب، یا اے بی سی ڈی سیکھتا ہے تو اس وقت سولہ جماعتوں کے نصاب (SYLLABUS) سے ناواقف ہے۔یہ ناواقفیت اس

کے لئے بہت مفید ہے۔ ورنہ اس کی ہمت شکنی ہو جائے گی۔ وہ تو یہ سمجھ کر پڑھ رہا ہے اور جلدی جلدی یاد کر رہا ہے کہ یہ چند حروف ہیں۔ جیسے ہم نے کلمہ توحید کے چار الفاظ سمجھے تھے۔ لیکن نجات وفلاح نے ہمت افزائی کی تھی اور ہم آگے بڑھتے چلے گئے تھے۔ بالکل اسی طرح وہ بچہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ چند حروف آتے ہی مَیں یہ بلّی یہ چوہا وغیرہ پڑھنے لگوں گا۔ یوں ہی وہ ایک دن دوسری جماعت میں جانے کے لئے بے تاب ہوتا جاتا ہے۔ اب بھی وہ الف ب یا اے بی سی ڈی اس کے ذہن میں، اس کے قاعدہ میں، اور یونیورسٹی کے نصاب میں منسوخ (لکھی ہوئی) موجود ہیں۔ باطل نہیں ہوگئیں۔ بے کار نہیں ہوئیں۔ بلکہ دوسری جماعت میں بھی اُن ہی حروف پر تعمیر ہو رہی ہے۔ پہلے سے زیادہ سمجھ کر استعمال ہو رہا ہے۔ اور وہ چونکہ محکم بنیاد تھی اس لئے اُن کو ایم، اے تک ترک نہیں کیا جاتا بلکہ اُن پر عمل حد کو پہنچ جاتا ہے۔ یوں ہر وہ جماعت جس میں طالب علم ہے ''ناسخ'' ہے اور جن سے گذر گیا یا جن میں ابھی نہیں پہنچا وہ منسوخ ہیں۔ ہر ناسخ پچھلے منسوخ کی مدد سے آسان اور قابلِ عمل ہوتا جاتا ہے اور وہی بچہ تعلیم کے آخری مدارج سے پار نکل جاتا ہے۔ پانچ سال کی عمر میں اگر سولہ جماعتوں کا نصاب ایک دم سامنے رکھ دیا ہوتا تو بچہ دیوانہ ہو گیا ہوتا۔ یہ ہے وہ ناسخ ومنسوخ اور محکم ومتشابہ کا مربوط وفطری منصوبہ جس سے انسانوں کو ایک چار لفظی جملہ سے اُٹھا کر تعلیماتِ اِلٰہیّہ کے اُفقِ اعلیٰ پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ لہٰذا یاد رکھیں کہ اسلامی ریکارڈ میں ہر صورت حال کے لئے قوانین منسوخ (لکھی ہوئی) حالت میں موجود ہیں۔ جب جس کی ضرورت ہوتی ہے ناسخ بن کر نافذ ہو جاتا ہے۔ اور یہی وہ بات ہے کہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی ہر ضرورت ہر احتیاج اور ہر تمنا کو پورا کرنے کا انتظام اللہ ورسولؐ نے کر دیا ہے۔

اب ہم آپکے سامنے باری باری تینوں آیات پیش کرتے ہیں جن کو بنیاد بنا کر تمام تعلیماتِ خداوندی انبیاءؑ ورسلؑ وآئمہؑ، الہامی کتب اور شریعتوں کی صحت وہمہ گیری تباہ کر کے رکھ دی گئی۔ ہر ترجمہ پڑھنے سے پہلے یہ حقیقت ذہن میں رہنا لازم ہے کہ یہ قرآن کریم ہے۔ اسمیں جو کچھ بھی اللہ نے فرمایا ہے وہ اپنے ازلی وابدی اور مکمل علم کے ماتحت فرمایا ہے۔ جس میں کسی قسم کی غلطی یا غلطی کا امکان نہیں ہے اور یہ کہ اللہ انسانوں کی تمام ضروریات وحالات واحتیاج پر اُن کی تخلیق کے قبل سے مطلع وآگاہ ہے اور قرآن میں جو کچھ فرمایا ہے وہ پوری نوع انسان کی ترقی اور ضروریاتِ زندگی میں راہنمائی کیلئے آخری بات ہے۔ اسلئے کہ قرآن کے بعد کوئی کتاب نہیں اور آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبیؐ یا رسولؐ نہیں۔ یہ مذکورہ آیات بھی انسانی ضرورت کو مدنظر رکھ کر قرآن میں نازل کی گئیں ہیں۔

قرآن کریم کی آیات اور معصومؑ احادیث وروایات میں ن۔س۔خ کے مادہ سے نکلنے والے الفاظ کی شکلیں

1۔ نَسَخۡتُ (میں نے لکھا)۔ 2۔اِسۡتِنۡسَاخ (لکھنا)

3۔ نُسۡخَةٌ (لکھا ہوا ایک جز)۔ 4۔ نُسۡخَتِهَا (اس کے نسخہ میں)

5۔نَسۡتَنۡسِخُ (ہم لکھتے تھے)۔ 6۔مَنۡسُوۡخَةٌ (لکھا ہوا لکھی ہوئی)

7۔اِسۡتَنۡسَخۡتُهُ (میں نے اسے لکھا تھا)۔8۔نُسۡخَتِهٖ (اس کے نسخہ میں)

اِن تمام الفاظ کے اللہ اور آئمہ علیہم السلام نے کہیں بھی اور کسی شکل میں بھی یہ معنی نہیں کئے کہ فلاں حکم یا فلاں بات ختم کر دی گئی یا باطل کر دی گئی یا فلاں چیز کی حیثیت یا عمل یا اثر اب ختم ہو گیا اور اب اُس حکم یا بات پر عمل نہیں کیا جائے گا یا فلاں حکم یا آیت یا حدیث اب نا قابل عمل ہے یا فلاں آیت یا حدیث یا حکم میں ترمیم وتبدیلی کر دی گئی ہے۔ اس کے خلاف ہر جگہ اور ہر صورت میں اِن الفاظ کے معنی میں لکھنا، لکھا ہوا ہونا، لکھی ہوئی کتاب برقرار رہا ہے۔

مثال کے طور پر حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی تقرری والی وصیت کا ذکر کرتے ہوئے احمد بن ابی خالد رضی اللہ عنہ یہ

> ''۔عن محمد بن الحسین الواسطی انّه سَمِعَ احمد بن ابی خالد موالی ابی جعفر یحکی انَّهُ اَشۡهَدَهُ عَلٰی هٰذِهِ الۡوَصِیَّةِ الۡمَنۡسُوۡخَةِ''۔(ایضا۔امام علی نقیؑ کا تقرر)

بتاتے ہیں کہ امام محمد تقی علیہ السلام نے جو وصیت امام علی نقی علیہ السلام کے حق میں لکھی تھی (منسوخ کے معنی) وہ (احمد بن ابی خالد) اس میں گواہ تھے۔'' (اس

حدیث میں لفظ منسوخ اسم مفعول کی حیثیت سے بمعنی لکھا ہوا یا لکھی استعمال ہوا ہے) چنانچہ ہم اس اصول کے پابند ہیں کہ قرآن وحدیث کے معنی صرف وہ کریں جو عربی قواعد، ڈکشنری اور اس لفظ کے بنیادی اور مصدری معنی ہوں اور اس مادہ سے نکلنے والی ہر صورت میں ان معنی کو برقرار رکھیں اور نام نہاد علماء کی اس ترجمانی کی ہرگز پیروی نہ کریں جس میں وہ ایک ہی لفظ کے سینکڑوں مختلف ومتضاد، مصدری معنی کے خلاف معنی کر کے حدیث اور آیات میں اختلاف پیدا کیا کرتے ہیں اور اس طرح اُنہوں نے ایک اللہ، ایک رسوؐل ایک قبلہ، ایک قرآن اور ایک اِسلام ہوتے ہوئے اُمت کو سینکڑوں مذاہب اور فرقوں میں منتشر اور متفرق کر کے ایک کو دوسرے کے خون کا پیاسا بنا دیا۔ سب کو سب کے نزدیک کافر منوا کر چھوڑا۔ اُس تفرقہ ساز گروہ کی پہلی ترکیب یہی تھی کہ عربی زبان کے معنوی استقلال کو تباہ کر دیا جائے۔ ہر اہم لفظ کو کئی کئی معنی میں استعمال کیا گیا اور اس طاغوتی پالیسی کو زبان کی وسعت کا نام دیا گیا۔ نتیجہ سامنے ہے کہ ہر فرقہ کے پاس قرآن اور اللہ کی نازل کردہ آیات اور اُن میں استعمال شدہ الفاظ تو ایک ہی ہیں مگر ترجمہ ہر فرقہ کا الگ الگ ہے۔ قادیانی ترجمہ کی رُو سے قیامت تک نبی آتے رہنا ثابت ہے۔ اسی طرح ہر فرقہ صرف اپنے مکتب فکر کے ترجمہ کو پڑھتا ہے۔ ورنہ گمراہی کا اندیشہ اس پر مسلط رہتا ہے۔

(1)

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ آيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَآ اَوۡ مِثۡلِهَا، اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ O (البقرۃ۔ 2/106)

یہ آیت بھی یقیناً انسانی ضرورت کو مدنظر رکھ کر قرآن میں نازل کی گئی تھی۔ ہم زیر نظر آیت کے الفاظ کی رعایت سے دو ترجمے آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

1۔ ''ہم جس آیت کو بھی لکھتے ہیں یا لکھنے میں تاخیر کرتے ہیں (اسلئے کہ) ضرورت سے بہتر یا ضرورت کے مانند لکھتے ہیں۔ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''

2۔ ''نہ ہم لکھتے ہیں نہ لکھنے میں تاخیر کرتے ہیں (اِلّا یہ کہ) (سوائے اسکے کہ) ہم ضرورت سے بہتر یا ضرورت کی مانند لکھتے ہیں۔ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ ہم ہمہ قسمی ضرورتوں کو جاننے کی بھی قدرت رکھتے ہیں''۔

ہمارے نزدیک یہ دونوں ترجمے صحیح ہیں۔ یہ کہنا تو قارئین کا اپنا کام ہے کہ یہی دونوں ترجمے صحیح ہیں اور باقی تمام غلط ہیں۔ یا یہ کہ صرف یہی دونوں ترجمے غلط ہیں باقی صحیح ہیں۔ اگر قارئین لغات القرآن جلد ششم (عبدالدائم) اُردو یا مفردات القرآن (راغب اصفہانی) اور عام لغات دیکھیں گے تو آپ کا ہر قدم ہماری ترجمانی کی طرف اُٹھے گا۔ بہرحال یہ عرض کر دوں کہ مندرجہ بالا آیت میں مندرجہ ذیل تصورات اور معانی کی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔

نام نہاد علماء ومترجمین کے وہ تصورات ومعانی جو آیت (2/106) میں نہیں ہیں

1۔ پہلے اللہ کی طرف سے ایک آیت (جملہ) ایک حکم لے کر نازل ہو چکی تھی۔

2۔ رسوؐل اللہ اور اُمت اُس حکم پر عمل پیرا تھے۔

3۔ اللہ نے مصلحتاً ایک اور آیت (جملہ) نازل کر دی جو ایک دوسرا، پہلے سے مختلف حکم لائی اور بتایا کہ؛

4۔ پہلا حکم زائل اور ممنوع قرار دیا جاتا ہے اور وہ آیت؛

5۔ پڑھی تو جاتی رہے گی مگر اُس پر عمل گناہ ہوگا۔ یا

6۔ اُس آیت پر نہ عمل جائز ہے نہ اُس کا پڑھنا جائز ہے۔ اُسے قرآن سے قطعاً خارج کر دیا جائیگا۔ اور یہ کہ؛

7۔ ایسی بہت سی آیتیں قرآن سے نکالی جا چکی ہیں۔ اور یہ کہ؛

8۔ کچھ ایسی آیتیں (جُملے) بھی اللہ نے نازل کیں اور رسوؐل اللہ اور اُمت نے اُن پر عمل بھی کیا۔ لیکن رسوؐل اللہ اور اُمت پر ایسی حالت غالب کر دی گئی کہ دونوں اُن آیات کو ایسے بھولے جیسے کچھ نازل تو ہوا تھا مگر اب یاد نہیں آتا۔ قارئین یہ تصور بھی اضافہ فرما لیں کہ:۔

9۔ آخری وحی نازل ہونے تک قرآن ہرگز لکھا نہیں گیا ورنہ نمبر 8 غلط ہو جائے گا۔ اور یہ بھی اضافہ کر لیں کہ؛

10۔ پہلا حکم دیتے وقت (معاذاللہ) اللہ یہ نہ جانتا تھا کہ اُس حکم سے بہتر بھی کوئی حکم ہوسکتا ہے۔ یا پھر؛

11۔ اللہ جان بوجھ کر ایک گھٹیا، خیر کے خلاف آیت (جملہ) نازل کر کے بڑھیا اور خیر بھرا حکم محفوظ رکھے رہتا تھا۔ اور؛

12۔ جو لوگ اِسلام لانے کے بعد رسُولؐ اللہ سے نہیں ملے وہ اس وقت تک سابقہ حکم پر عمل کر کے نقصان اُٹھاتے رہے جب تک علم نہ ہوا۔

(2)

وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ مِن رَّسُولٖ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّآ إِذَا تَمَنَّىٰٓ أَلۡقَى ٱلشَّيۡطَٰنُ فِيٓ أُمۡنِيَّتِهِۦ فَيَنسَخُ ٱللَّهُ مَا يُلۡقِي ٱلشَّيۡطَٰنُ ثُمَّ يُحۡكِمُ ٱللَّهُ ءَايَٰتِهِۦۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٞ O (22/52)

یہ ایک ایسی آیت ہے جو نازل اس لئے ہوئی تھی کہ نام نہاد خودساختہ ابلیسی نظام کی نقاب اُلٹ دے مگر نام نہاد علماء نے پلٹ کر وہ نقاب قرآن پر ڈال دی اور سارا الزام انبیاءؑ پر ڈال دیا۔

ترجمہ رفیع الدین۔ ''اور نہیں بھیجا ہم نے پہلے تجھ سے کوئی رسول اور نہ نبی مگر جس وقت کہ آرزو کرتا تھا ڈال دیتا تھا شیطان بیچ آرزو اسکی کے پس موقوف کر دیتا ہے اللہ جو ڈالتا ہے شیطان پھر محکم کرتا ہے اللہ نشانیوں اپنی کو اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا۔''

رسولؐ اللہ کی قوم نے قرآن کو چھوڑ کر خودساختہ نظام کی طرف ہجرت کر لی تھی (25/30)۔ اور اپنے لیڈروں کی دوستی اور راہنمائی میں رسولؐ اللہ کے دین کے مقابلہ میں ایک اسلام نما مذہب اختیار کر لیا تھا (30۔25/27)۔ اُنہوں نے یہ مخالف منصوبہ اس لئے شروع کیا تھا کہ رسول اللہ نے قرآن میں خود ساختہ تبدیلیاں کرنے سے انکار کر دیا تھا (10/15)۔ لہٰذا پوری قوم اور قومی دانشوروں نے طے کیا کہ قرآن کو مفاد عامہ کیلئے استعمال کریں گے اور اللہ کا حکم اس حسن تدبیر سے نافذ کریں گے کہ کسی قسم کا قومی نقصان نہ ہوسکے اور نبویؐ آمرانہ اور مطلق العنان طریق حکومت ختم کر دیا جائیگا۔ اس فیصلہ پر رسولؐ اللہ نے اللہ سے اپنی قوم کی شکایت کی تھی (25/30) اور اللہ نے جواب دیا تھا۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلۡنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوّٗا مِّنَ ٱلۡمُجۡرِمِينَۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيٗا وَنَصِيرٗا O (فرقان 25/31)

۔''وہ بڑی قدیم بات ہے کہ ہم نے روزِازل سے ہر نبیؑ کے مقابلہ میں (ابلیس کے علاوہ بھی) ایک دُشمن ومخالف راہنما برقرار رکھا ہے جو جرائم پیشہ لوگوں کی راہنمائی کرتا چلا آیا ہے اور تم مطمئن رہو تمہارا پروردگار تمہاری راہنمائی اور نصرت کیلئے کافی ہے۔''

اب قارئین کرام یہ دیکھیں کہ عہدِ رسولؐ سے لے کر چار سو سال بعد تک کے نام نہاد علماء نے وہی کام کیا جو تمام انبیاء ورُسل علیہم السلام کے متعلق اللہ نے زیرِ نظر آیت (22/52 حج) میں بیان کیا ہے۔ سُنئے اور علامہ مودودی کے قلم سے پڑھیئے، علامہ شبلی کی سیرۃ النبیؐ میں اور تمام حدیث وتاریخ کی کتابوں سے تصدیق کیجئے۔ علامہ بادلِ ناخواستہ لکھتے ہیں کہ:۔

''قصہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ کاش قرآن میں کوئی ایسی بات نازل ہو جائے جس سے اِسلام کے خلاف کفارِ قریش کی نفرت دور ہو اور وہ کچھ قریب آجائیں۔ یا کم از کم ان کے دین کے خلاف ایسی سخت تنقید نہ ہو جو انہیں بھڑکا دینے والی ہو۔ یہ تمنا آپ کے دل ہی میں تھی کہ ایک روز قریش کی ایک بڑی مجلس میں بیٹھے ہوئے آپ پر سورہ نجم نازل ہوئی اور آپ نے اسے پڑھنا شرع کیا۔ جب آپ۔'' أَفَرَءَيۡتُمُ ٱللَّٰتَ وَٱلۡعُزَّىٰ O وَمَنَوٰةَ ٱلثَّالِثَةَ ٱلۡأُخۡرَىٰٓ ۔''(اب ذرا بتاؤ تم نے کبھی اس ''لات اور اس عُزّیٰ'' اور تیسری ایک اور دیوی منات کی حقیقت پر کچھ غور بھی کیا (صفحہ ۲۰۶ تفہیم جلد ۵) پر پہنچے تو یکا یک آپ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔'' تلک الغرانقة العلی O وان شفاعتهن لترجی ''۔(یہ بلند مرتبہ دیویاں ہیں، ان کی شفاعت ضرور متوقع ہے)۔ اس کے بعد آگے پھر آپ سورہ نجم کی آیات پڑھتے چلے گئے، یہاں تک کہ جب اختتام سورہ پر آپ نے سجدہ کیا تو مشرک اور مسلمان سب سجدے میں گر گئے۔ کفار قریش نے کہا کہ اب ہمارا محمدؐ سے کیا اختلاف باقی رہ گیا۔ ہم بھی تو یہی کہتے تھے کہ خالق ورازق اللہ ہی ہے، البتہ

ہمارے یہ معبود اس کے حضور میں ہمارے شفیع ہیں۔شام کو جبرئیل آئے اور انہوں نے کہا۔ یہ آپ نے کیا کیا؟ یہ دونوں فقرے تو میں نہیں لایا تھا۔اس پر آپ سخت مغموم ہوئے اور اللہ تعالی نے وہ آیت نازل کی جو سورہ بنی اسرائیل رکوع ۸ میں ہے۔کہ:۔''وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ.....ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًاo'' ۔ (17/73-75)

(۔''اے محمدؐ ان لوگوں نے اس کوشش میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی کہ تمہیں فتنے میں ڈال کر اس وحی سے پھیر دیں جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے تا کہ تم ہمارے نام پر اپنی طرف سے کوئی بات گھڑو۔ اگر تم ایسا کرتے تو وہ تمہیں اپنا دوست (یار) (خلیل) بنالیتے۔ پھر تم ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ پاتے۔(تفہیم صفحہ ۶۳۲۔۶۳۳ جلد دوم) یہ چیز برابر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج وغم میں مبتلا رکھے رہی۔ یہاں تک کہ سورہ حج کی یہ آیت (22/52) نازل ہوئی اور اس میں آنحضرتؐ کو تسلی دی گئی۔کہ تم سے پہلے بھی انبیاءؑ کے ساتھ ایسا ہوتا رہا ہے''۔(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ ۲۴۰)

۔''اور جب آپ نے یہ آیت پڑھی''آمنوۃ الثالثۃ الاخری'' تو شیطان نے آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلوا دیئے ''تلک الغرانیق العلیٰ وانّ شفاعتھن لترجیٰ''۔(سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۲۴۰۔۲۴۱ شبلی نعمانی)

قارئین یہ نوٹ کرلیں کہ جناب علامہ مودودی وشبلی مانیں یا نہ مانیں۔مگر عہد رسولؐ سے لے کر تین چار سو سال بعد تک مسلمانوں کی کثرت سے نام نہاد علماء یہ منواتے رہے کہ:۔

(1) رسولؐ اللہ کی تمنائیں اللہ کے طرز عمل کے خلاف تھیں اور تمام نبیؑ اور رسولؐ، اللہ کے ساتھ متفق نہ تھے۔

(2) اور اُن سب پر (معاذ اللہ) شیطان غالب رہتا چلا آیا ہے۔اور ہر الہامی کتاب میں ابلیس کا عمل دخل رہا ہے۔ ذرا ان محققین ومحدثین ومورخین کے نام اور زمانہ بھی دیکھ لیں جو مندرجہ بالا عقیدہ رکھتے اور اُسے آگے بڑھاتے اور قلم بند کرتے چلے آئے ہیں۔

۔''یہ قصہ ابن جریر اور بہت سے مفسرین نے اپنی تفسیروں میں، ابن سعد نے طبقات میں، الواحدی نے اسباب النزول میں، موسیٰ بن عقبیٰ نے مغازی میں، ابن اسحٰق نے سیرت میں، اور ابن ابی حاتم، ابن المُنذر، بزار، ابن مردویہ اور طبرانی نے اپنے احادیث کے مجموعوں میں نقل کیا ہے''۔(تفہیم جلد ۳ صفحہ ۲۴۰)

علامہ شبلی نے لکھا کہ:۔ ''افسوس ہے کہ بہت سے محدثین نے اس روایت کو بہ سند نقل کیا ہے۔ان میں طبری، ابن ابی حاتم، ابن المنذر، ابن المردویہ، ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، ابو معشر شہرت عام رکھتے ہیں۔اس سے بڑھ کر تعجب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر کو، جن کے کمال فن حدیث پر زمانہ کا اتفاق ہے۔اس روایت کی صحت پر اصرار ہے''۔(سیرۃ جلد اول صفحہ ۲۴۱)

مودودی صاحب کے تاثرات دیکھئے:۔ ''مگر افسوس ہے کہ ایک روایت نے ان کی تفسیر میں اتنا بڑا گھپلا ڈال دیا کہ نہ صرف ان (آیات) کے معنی کچھ سے کچھ ہوگئے۔ بلکہ سارے دین کی بنیاد ہی خطرے میں پڑ گئی''۔(ایضاً تفہیم صفحہ ۲۳۹)

اور پھر لکھا کہ:۔ ''جہاں تک موافقین کا تعلق ہے۔ وہ تو اسے صحیح مان ہی بیٹھے ہیں۔لیکن (واقعہ کو نہ ماننے والے) مخالفین نے بھی بالعموم اس پر تنقید کا حق ادا نہیں کیا ہے۔(اُن میں سے) ایک گروہ اُسے اسلئے رد کرتا ہے۔کہ اس (واقعہ) کی سنداً سکے نزدیک قوی نہیں ہے۔اس کے معنی یہ ہوئے کہ اگر سند قوی ہوتی تو یہ حضرات بھی اس قصے کو مان لیتے۔ دوسرا گروہ اسے اس لئے رد کرتا ہے۔کہ اس سے تو سارا دین ہی مشتبہ ہوا جاتا ہے۔اور دین کی ہر بات کے متعلق شک پیدا ہو جاتا ہے۔کہ نہ معلوم اور کہاں کہاں شیطانی اغوا یا نفسانی آمیزشوں کا دخل ہو گیا ہو''۔(ایضاً صفحہ ۲۴۱)

یہ تھا جناب اُس آیت پر تعمیر شدہ خود ساختہ تصور جس پر صدیوں قومی حکمرانوں نے اُمت کو برقرار رکھا اور ناسخ ومنسوخ کی آڑ میں دین کی جڑیں اُکھاڑ پھینکیں اور اپنے خود ساختہ اِسلام کو دُنیا میں پھیلایا۔اُس پر نسلیں گذریں اور پوری تاریخ اور تمام انسانوں کے زاویہ نظر کو اُلٹا کھڑا کر دیا اور آج ہمارے سامنے اُن سب کو سمجھانے اور چودہ سو سال کے جمے ہوئے نسلی عقائد وتصورات پر از سر نو نظر ڈالنے کا ہمت شکن کام ہے۔لیکن ہم اللہ، رسولؐ اور اللہ کے تمام انبیاء وآئمہ علیہم السلام کی جانبداری کی بنا پر کامیابی کا یقین محکم رکھتے ہیں۔

ہماری ترجمانی: آیات 54۔22/52

۔''اور آپؐ سے پہلے جتنے بھی رسولؐ یا نبیؑ ہم نے بھیجے انکے ساتھ برابر یہ ہوتا رہا کہ ان میں سے جس نے بھی کسی منصوبے کی تمنا کا اعلان کیا تو شیطان نے ان کی تمنا کے خلاف (متوازی اور مخلوط) اسکیم جاری کردی چنانچہ اللہ شیطانی اسکیم کو تحریری صورت دیتا رہا پھر اپنی متعلقہ آیات کو اللہ علیم وحکیم ہونے کی بنا پر اسطرح محکم اور نتیجہ خیز بناتا رہا کہ (22/52)۔'' وہ شیطانی اسکیم ان لوگوں کیلئے آفت اور فتنہ بن کر رہ جائے جنکے دلوں میں شیطان کے مذہب کو نافذ کرنے کی دیوانگی ہے۔ اور جنکے قلوب رحم وکرم وتقویٰ کے مقابلہ میں سخت ہو چکے ہیں اور یہ غلط کار وظالم لوگ بلاشبہ بڑی دُور تک اسلام کی توڑ پھوڑ اور تفرقہ اندازی کے درپے ہو چکے ہیں (22/53)۔ شیطانی اسکیم کو باطل اور بے اثر ثابت کرنے کیساتھ ہی دوسرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ ورسولؐ شیطانی اسکیم اور خدائی نظام کا علم دے دیتے ہیں ان کے ایمان ویقین پختہ تر ہوتے ہیں اور انکے دل خدائی نظام کو قبول کرنے میں نرم پڑ جائیں۔ یقیناً اللہ مومنین کو حقیقی مجسم اور مشہور صراط مستقیم کی شناخت اور راہنمائی دیگا (22/54)

(3)

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ o (النحل۔ 16/101)

ترجمہ مقبول احمد:۔'' اور جب ہم نے کسی آیت کی جگہ کوئی آیت بدلی، حالانکہ اللہ جو کچھ نازل فرماتا ہے۔ خود وہ اس (کی مصلحت) سے زیادہ واقف ہے۔ تو انہوں نے کہہ دیا کہ تو تو مفتری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے بہت سے کچھ نہیں جانتے'' (مقبول ترجمہ ۴۴۳) حاشیہ میں لکھا ہے کہ:۔

۔''تفسیر صافی میں ہے کہ جس وقت ایمان لانے والے اُن آیتوں کو سنتے ہیں۔ جو پہلی بعض آیتوں کو یا حکموں کو منسوخ کرنے والی ہیں۔ اور غور کرتے ہیں کہ اُن میں کیا مصلحت رکھی گئی ہے؟ اور کیا حکمت برتی گئی ہے؟ تو اُن کے عقائد مضبوط اور اُن کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں''۔ (ایضاً صفحہ ۴۴۳)

تمام شیعہ سنی علماء یہ سمجھے کہ اللہ نے کسی بھی آیت کو بدل بدل کر نئی صورت میں لانے کا ذکر کیا ہے۔ یعنی پہلی نازل شدہ صورت کو بدل کر دوسری شکل میں نازل کرنا مراد لے لیا۔ اور اس مطلب کو خوب خوب ثابت کیا۔ مگر نہ تو اللہ نے یہ بات کہی۔ اور جو کچھ کہا نہ اس کا یہ مطلب ہے۔ اللہ نے ایک آیت کو دوسری آیت کی جگہ بدلنے کو کہا ہے۔ علامہ رفیع الدین کا تحت لفظ ترجمہ یہ ہے:۔

وَاِذَا بَدَّلْنَا اٰيَةً.................. مَّكَانَ.................. اٰيَةٍ ۔

'' اور جب بدل ڈالتے ہیں ہم ایک آیت کو......جگہ..................ایک آیت کی''۔

یہاں صرف جگہ یا مکان بدلنے کی بات ہوئی ہے۔ آیت میں کسی تبدیلی کی بات نہیں ہے۔ مثلاً ایک آیت کو سورہ بقرسے اُٹھا کر سورۂ نساء کے اندر اُسی نمبر پر لکھ دیں جس نمبر پر وہ پہلے سورہ بقر میں تھی۔ اور سورہ نساء کی آیت کو سورہ بقر میں اُسی نمبر پر تبدیل کردیں جو اُس کا سورہ نساء میں نمبر تھا۔ یا یوں کہئے کہ مجھے علامہ کے گھر میں منتقل کردیں اور علامہ کو میرے جھونپڑے میں تبدیل کردیں۔ آیت کے الفاظ کو بار بار پڑھیں اور غور کریں **اِذَا، جب۔ بَدَّلْنَا، بدلتے ہیں ہم۔ اٰيَةً۔ کسی آیت کو یا ایک آیت کو۔ مَكَانَ اٰيَةٍ۔ کسی دوسری یا کسی ایک آیت کے مکان میں یا جگہ میں**۔ آیت میں تبدیلی کی بات نہیں مکان یا جگہ بدلنے کی بات ہے۔ دونوں جگہ بدلنے والی آیات کے الفاظ اور سائز یا معنی میں تبدیلی نہیں ہوگی۔ وہ اپنے سابقہ حالت پر برقرار رہتے ہوئے صرف اپنی اپنی جگہ کو تبدیل کرلیں تو اس آیت میں استعمال شدہ الفاظ کے معنی صادق آئیں گے۔ ورنہ اس کے علاوہ جو معنی بھی اختیار کئے جائیں گے وہ ان الفاظ کے مخالف ہوں گے۔ پھر یہ کمال بالائے کمال ہے کہ اس آیت میں لفظ **ناسخ ومنسوخ** تو کہاں اس برادری کا اور بھی کوئی لفظ نہیں ہے۔ پھر بھی بگڑی ہوئی ذہنیت کو یہاں ناسخ ومنسوخ ہی نظر آ گئے۔ پھر اُن حضرات کو ناسخ ومنسوخ کا **دورہ** اِس بُری طرح حواس باختہ کرچکا ہے کہ انہوں نے عربی کی دوسری جماعت کے اسباق کو بھی خیر باد کہہ دیا۔ وہ **ماضی ومضارع** کا فرق بھول گئے۔ اُنہوں نے **فاعل ومفعول** کی تمیز بھی کھودی۔ مگر قارئین تو جانتے ہیں کہ **قاتل** وہ شخص ہے۔ جو قتل کا فعل کرتا ہے۔ یعنی جو **فاعل**

ہے اور مقتول وہ شخص ہے جس پر قتل کا فعل ہوا ہے۔ جسے قتل کیا گیا ہے۔ لہٰذا ناسخ لکھنے والے کو کہنا چاہیئے اور منسوخ لکھی ہوئی چیز کو کہا جائے گا۔ اور سارا قرآن تلاش کرلیں یا مذکورہ زیر بحث آیتوں کو دیکھ لیں۔ وہاں یا کہیں اور ہرگز اللہ تعالیٰ نے لفظ منسوخ استعمال نہیں کیا۔ خواہ منسوخ کے معنی لکھا ہوا کریں یا مٹایا ہوا کریں لہٰذا نام نہاد علماء اس حساب سے بھی کاذب وفریب ساز ہیں۔ جب لفظ منسوخ موجود ہی نہیں ہے۔ تو اس کے معنی کہاں سے آجائیں گے؟ وہاں تو اللہ نے اپنا کام لکھتے رہنا نَسخ بتایا ہے۔ اور یَنسَخُ وہ لکھتا ہے۔ لہٰذا لکھنے کے معنی مٹانا کون عقلمند کرے گا؟ رہ گئے وہ معنی جو ہم اختیار کرتے ہیں۔ وہ تمام عربی دانوں میں مشہور ومعروف ہیں اور اس کی مثالوں کا ہم نے ڈھیر لگا دیا ہے۔ قرآن وحدیث سے مثالیں پیش کردی ہیں (اسلام میں نظام ہدایت وتقلید)۔ اب ایک آخری سند لغات القرآن سے سن لیں جو عربی کے بہت قدیم ماہرین کا فیصلہ ہے۔

۔''سعید بن میسّب اور عطا کا قول ہے۔ کہ نسخ کا معنی ہے نقل کرنا اور پورا قرآن لوحِ محفوظ کی نقل ہے''۔ (جلد ۶ صفحہ ۹۶)

لوح محفوظ کا ذکر ہوگیا تو آپ امام محمدؑ باقر علیہ السلام کے اُن دونوں جملوں کو یاد کریں جو ہم نے خاص طور پر نوٹ کرائے تھے۔ فرمایا تھا کہ اللہ نے ہمیں جو علوم عطا کئے ہیں ان میں سے ایک قرآن کی تفسیر اور احکام ہے۔ اور ایک کائنات میں ہونے والے تمام تغیّرات اور حادثات کا علم ہے۔ سوچنا یہ ہے کہ وہ اللہ جو آئمہؑ کو قیامت تک ہونے والے تمام تغیرات اور تبدیلیوں کا علم عطا کرسکتا ہے۔ کیا وہ خود ہی ناسخ ومنسوخ میں اُلجھا رہے گا؟ اور وہ اس قابل نہ ہوگا کہ ہر ضرورت کا ایک مکمل اور آخری فیصلہ کرسکے؟۔

قارئین نوٹ کریں کہ یہاں تک یہ ثابت ہوگیا کہ اللہ نے اِس کائنات میں گذرنے والا ہر واقعہ، ہر مخلوق کا حال، تمام مخلوقات کے لئے قوانین وضابطہ حیات لوح محفوظ پر قلم بند یا منسوخ کرادیا تھا۔ چنانچہ ہر نبیؑ پر اُسی لوح محفوظ سے تعلیمات آئیں۔ قسط وار مکمل تعلیم قرآن کی صورت میں جمع ہوگئی۔ لہٰذا یہ کہنا صحیح ہے کہ باقی تمام کتب ہائے خُداوندی میں یہی قرآن قسط وار نازل ہوا ہر قسط کا نام الگ الگ تھا۔ پھر وہ تمام کتابیں قرآن میں جمع ہوگئیں اور قیامت تک آنے والے انسانوں اور تمام جانداروں اور بے جانوں کے لئے احکام وہدایات کا اضافہ ہوگیا۔ کوئی سابقہ حکم نہ ضائع ہوا نہ تبدیل ہوا اور ایک ہی وقت میں مختلف سن وسال اور مختلف طبقات کے انسانوں کے لئے کئی موزوں حکم موجود اور برسر عمل رہتے ہیں۔ حالات بدلنے پر بدلی ہوئی حالت کے احکام بھی موجود ہیں۔ ہر چیز ہر شخص کی حالت وضرورت کے مطابق رکھی گئی ہے۔

حقیقت کیا ھے ؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ تینوں آیتوں (2/106۔16/101۔22/52) میں یہ کس دلیل سے سمجھا گیا کہ ان آیات میں جو لفظ۔''اٰیة''۔ یا۔''آیات''۔ آیا ہے اُس سے قرآن کے یہ جملے مراد ہیں؟ جب کہ قرآن مجید میں چند گنتی کے ایسے مقامات ہیں جن میں لفظ۔''اٰیة''۔ یا۔''آیات''۔ سے قرآن کی عبارت یا جملے مقصود ہیں اور اس کے خلاف ہر جگہ جہاں بھی لفظ۔''اٰیة''۔ یا۔''آیات''۔ استعمال ہوا ہے۔ ان کے معنی معجزہ ہیں؟ اور تمام علماء اٰیة اور آیات کے معنی معجزہ کرنے میں متفق ہیں۔ اور مانتے ہیں کہ لاتعداد مقامات پر اللہ نے معجزہ کو اٰیة اور معجزات کو آیات فرمایا ہے۔ لہٰذا ان تینوں آیتوں میں آپ کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ وہاں اللہ نے اٰیة اور آیات سے قرآن کی عبارتیں یا جملے ہی مراد لئے ہیں۔ اور ہرگز معجزہ یا معجزات مراد نہیں لئے اور ہم اب یہ ثابت کریں گے اور معصومؑ بیان سے ثابت کریں گے کہ تمہاری پسندیدہ اور اختیار کردہ اوّلین آیت (2/106) میں بھی قرآنی عبارتوں اور جملوں کی تنسیخ مقصود نہیں ہے۔ باقی دونوں آیات تو اپنے الفاظ کی رُو سے قرآن کا یا رسوؐل اللہ کا ذکر نہیں کرتیں۔

ناسخ ومنسوخ قرآن صامت سے نہیں بلکہ قرآن ناطق سے تعلق رکھتا ہے

جناب امام جعفر صادقؑ نے مذکورہ بالا آیت 2/106 کی تشریح اور صحیح مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

''ایسا کہنے والے لوگ جھوٹے ہیں یہ آیت یوں نہیں ہے اگر خدا قرآن کی کسی آیت کو زائل کرتا اور ویسی ہی آیت بدلے میں دیتا تو وہ زائل ہی کیوں

کرتا۔۔۔قرآن میں اس آیۃ سے مراد امامؑ ہیں۔اللہ کا مطلب یہ ہے کہ ہم کسی امام کو اس دنیا سے اس لئے نہیں اُٹھاتے کہ اس کا ذکر فراموش ہو جائے بلکہ اُٹھانے سے پہلے اس کے صلب سے ایک خیر پیدا کردیتے ہیں جو اُسی کی مثل امامؑ ہوتا ہے''۔

انبیاؑء اور آئمہ اللہ کی حقیقی ''آیات'' ہیں

اب ہم قارئین کو یہ دکھاتے ہیں کہ قرآن کریم میں کن آیات کے ناسخ ومنسوخ ہونے اور بھولنے کا ذکر ہوا ہے۔قرآن کی آیات کو بھلایا جانا ممکن نہ تھا۔اس لئے کہ وہ روزازل سے لکھا ہوا چلا آرہا تھا۔اور پھر تلاوت کے ساتھ ساتھ ہر آیت کئی کئی جگہ لکھی جاتی تھی۔اگر کوئی بھول جاتا تھا بیسیوں لکھے ہوئے نسخوں سے دوبارہ یاد کرسکتا تھا۔رہ گئے خود رسولؐ اللہ؟ وہ بھول چوک اور گناہ وخطا وغیرہ سرزد ہونے والا جسم ہی نہ رکھتے تھے۔وہاں یہ ناممکن تھا۔بھولنا بھی چاہتے تو بھلا نہ سکتے تھے۔اس لئے کہ آگے پیچھے اور دہنے بائیں (OBSERVATORIES) رصدگاہیں ساتھ ساتھ چلتی پھرتی تھیں۔اور اللہ ہر لمحہ اُن کی تمام تعلیمات کی تعداد اور مقدار پر نظر رکھتا تھا جو انبیاء وآئمہ علیہم السلام کے پاس محفوظ یا پبلک تک پہنچائی ہوئی ہوتی تھیں۔البتہ انسان ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاؑء ورسلؑ میں سے چند کے علاوہ سب کو بھول گئے۔چار کتابوں کے علاوہ باقی تمام کتابیں اب یاد نہیں۔چند گنتی کے معجزات یاد ہیں۔باقی قلب وذہن سے مٹ گئے۔انبیاؑء ایک سے بڑھ کر ایک اور ایک دوسرے کے مانند بھی آتے رہے۔معجزات کا بھی یہی حال رہا۔ایک سے بڑھ کر ایک آیا اور آپس میں ہم پلہ بھی آئے۔یہی وہ آیات ہیں جن کے لئے فرمایا گیا کہ نات بخیر منھا او مثلھا۔ اور قرآن کے جملوں کو بھی اسی بنا پر آیت کہا گیا ہے کہ ویسا ایک جملہ بھی انسان نہیں بنا سکتا۔

۔''عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا O اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا O لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا O (سورۃ جن 72/26-28)

حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ اللہ کی ''آیات'' ہیں۔

اللہ نے فرمایا ہے کہ۔'' ہم نے مریم کے فرزند اور ان کی والدہ کو آیۃ بنایا اور ان دونوں کو ایک مخصوص ومعیّن وبرقرار رہنے والی تربیت گاہ میں پناہ دی''۔

''۔ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ''۔ (مومنون 23/50)، (21/91 انبیاؑء)، (مریم 19/21)

آئمہ اہل بیت ہی کو قرآن میں ''آیات'' کہا گیا ہے۔

جناب داؤدؒ نے کہا کہ میں نے جناب امام جعفرؑ صادق سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا جس میں ہے کہ۔''بے ایمان قوم کو

سالت ابا عبداللہ علیہ السلام عن قول اللہ ۔''ماتغنی الایات والنذر عن قوم لایومنون ''۔قال۔الایات ھم الائمۃؑ والنذرھم الانبیاؑءُ ''۔

آیتیں اور تنبیہات کافی نہیں ہوتیں''۔(سورہ یونس 10/101)

امامؑ نے فرمایا کہ **آیات** سے مراد **امامؑ** ہیں۔اور **نذر** سے مراد **انبیاءؑ** ہیں۔اور امام محمدؑ باقر علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر۔عن ابی جعفرؑ فی قول اللہ ۔'' کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا کُلِّهَا ''۔یعنی الاوصیاؑ کلھم ۔میں **آیات** کے معنی **اوصیائے محمدؑ** بتائے ہیں جس میں اللہ نے فرمایا کہ ۔''انہوں نے ہماری **تمام آیات** کی تکذیب کی''(قمر 54/42)۔ظاہر ہے کہ یہاں لکھے ہوئے جملے مراد نہیں ہو سکتے۔اسلئے کافر ومشرک بھی بہت سی قرآنی حقیقتوں کو مانتے تھے۔جو لکھی ہوئی عبارتوں یعنی تحریری آیتوں میں بیان ہوئی تھیں۔خود قرآن نے بتایا ہے کہ وہ اللہ کا وجود مانتے تھے۔زمین آسمان اور کائنات کا خالق مانتے تھے۔لہٰذا یقیناً، **آیات** سے یہاں مراد آئمہؑ وانبیاءؑ ہی ہیں۔

حضرت علیؑ اللہ کی ''آیات'' میں سب سے بزرگ ''آیت'' ہیں

حضرت امام محمدؑ باقر علیہ السلام نے آیت 78/1-2 کی تفسیر کرتے ہوئے ابی حمزہ سے فرمایا کہ:۔

۔''اے رسولؐ آپ سے یہ سوال کیا جارہا ہے کہ وہ بزرگ ترین علم غیب کی اطلاع کیا ہے؟''(78/1-2) آپ نے جواب دیا کہ یہ میرا اپنا فیصلہ ہوگا کہ میں ان سب کو بتاؤں یا نہ بتاؤں ۔البتہ تمہیں ضرور بتاتا ہوں کہ وہ خبر یہ ہے کہ وہ آںحضرت علیؑ کی شان میں ہے حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے کہ

> قال :ذلک الی ان شئت اخبرتھم وان شئت لم اخبرھم ۔لکنی اخبرک بتفسیرھا ۔فقال۔ھی فی امیرؑ المومنین صلوات اللہ علیہ کان امیر المومنین یقول ۔مالِلّٰہ عزوجل آیۃٌ ھی اکبر منی ولا للّٰہ من نبأٍ اعظم منّی.
> (کمرئی جلد اصفحہ ۳۹۷۔۳۹۸)

''اللہ کے پاس نہ مجھ سے بڑی کوئی **آیت** ہے اور نہ میرے وجود اور پوزیشن کو بیان کرنے سے عظیم تر کوئی اور **خبر** ہی ہے''۔(ظفری جلد اول صفحہ ۲۳۹)

آئمہؑ اہل بیت قرآن کی ''آیات محکمات'' ہیں۔

عبدالرحمٰن بن کثیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تشریح چاہی کہ۔''وہ وہی ہستی ہے جس نے تم پر وہ کتاب نازل کی جس میں **آیات محکمات** ہیں اور وہی پوری کتاب کی بنیاد ہیں''۔

> ۔''عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی قول اللّٰہ تعالیٰ ۔''ھوالذی انزل علیک الکتٰب منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب (3/7)'' قال امیر المومنین والائمۃ (علیھم السلام)۔''(کمرئی جلد۲ صفحہ ۴۷ ۳)

جواب میں فرمایا کہ وہ **آیات محکمات علیؑ اور آئمہؑ** ہیں''۔(ظفری جلد اول صفحہ ۵۱۱)

وہ ''آیات'' جو ناسخ ومنسوخ والی آیت میں مراد ومقصود ہیں؟

اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ وہ آیات جن کا تذکرہ ہوتا رہا اور جن سے فائدہ اُٹھا کر نظام طاغوت انسانوں کو گمراہ کرتا رہا۔اور جن سے الفاظ کے معنی بدل کر قرآن کو مشکوک کرنے کی کوشش کی گئی وہ قرآن کے یا کسی سابقہ الہامی کتاب کے احکام وبیانات اور وحی کے ذریعہ نازل ہونے والی عبارات اور جملے نہیں بلکہ وہ حقیقی اور مجسم آیات ہیں۔جن کو عموماً معجزہ یا جادو کہہ دیا جاتا ہے۔اور جو انسانوں کی اکتسابی قدرت کو چیلنج کرنے کے لئے اور امکانی قدرت کا اگلا قدم

اور بڑھتے رہنے والا مقام دکھانے کے لئے بر سرِ عمل لائی جاتی ہیں۔ جو تمام فطری قوانین کو ایک مرکزی قانون پر مرکوز کر دیتی ہیں۔ اور جو اللہ کو قادرِ مطلق ثابت کرنے کے لئے انبیاءؑ و آئمہ علیہم السلام کو بدرجہ مجبوری قبل از وقت استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ اس لئے کہ یہ قدرت انتہائی امکانی قانون تک عمل کر لینے کے بعد انسانوں سے ظہور میں آنا مقدر کیا گیا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام اپنی اس قانونی قدرت کے اظہار میں جگہ جگہ اور بار بار ''**بِاِذْنِ اللّٰہ**''۔(اللہ کی اجازت) کہتے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔ اللہ یہ نہیں چاہتا کہ ان آیات یا معجزات سے سہم کر انسان ایمان لے آئے اور اپنا ذاتی ارادہ واختیار استعمال نہ کرے جو جزا وسزا اور رضا وآزادی ضمیر برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ اُن آیات یا معجزات کو دیکھنے کے بعد یہ نتیجہ برآمد کرنا انبیاءؑ وآئمہؑ پر واجب ہے کہ انسان اس قدرت کو حاصل کرنے کے لئے ایمان لائے اور اس مقام کی طرف بڑھنے میں مشغول ہو جائے جو اس وقت اس نبیؑ یا امامؑ کو حاصل ہے۔ جب تک اس نتیجہ کو برآمد کر سکنے پر کافی ثبوت فراہم نہ کر دیں انبیاءؑ وآئمہؑ اس قدرت اور قانون کو استعمال کر سکنے کے مجاز نہیں ہوتے۔ یہ وجہ ہے کہ کبھی کبھی بندے ان آیات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ انبیاؑء کو چڑاتے اور مذاق بناتے رہتے، انبیاؑء اللہ سے شکایات اور دعائیں کرتے رہتے۔ مگر اللہ قبول نہ کرتا اور بعض اوقات انبیاؑء کو ڈانٹ دیتا تھا۔ لہٰذا آئیں اور قرآن کریم سے ایک تبلیغی اور اصلاحی نظارہ دیکھیں۔ آج سے ساڑھے تین ہزار سال پہلے کی ایک انتہائی ترقی یافتہ قوم کی حکومت نے ایک ایسی قوم کو غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر رکھا ہے۔ جو ایک زمانہ میں خود حکمران تھی۔ جسے انبیاؑء کی اولاد اور اللہ کے بیٹے کہا جاتا ہے۔ جو خود بھی اللہ کے لاڈلے بیٹے ہونے کا غرور رکھتے تھے۔ فرعون نے ان کا یہ غرور اور نخرا خاک میں ملا دیا تھا۔ مگر رفتہ رفتہ فرعون نے اُن حدود سے آگے قدم بڑھا دیا جو سرکشوں کی اصلاح کے لئے قابل برداشت ہوتا ہے۔ اس نے بنی اسرائیل کی نسل کُشی کی اسکیم بھی نافذ کر دی جو اللہ کے قانون میں کافروں اور دشمنانِ خدا کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے بعد فرعون اور اس کی قوم کے ساتھ کیا گذری؟ اس طویل داستان میں سے مختصر اً چند جملے قرآن سے سنئے اور چونکہ ہماری زبان وقلم سے سننا ہے لہٰذا پہلے میری دو باتیں سن لیں تاکہ چوکنّا اور حسّاس رہ کر سنیں اور اللہ کا بیان پوری طرح اثر انداز ہو سکے۔ پہلی بات پرانی ہے اور وہ یہ کہ سابقہ الہامی کتابوں میں نزول وحی یا تلاوت وحی ہر موضوع پر مکمل ہو جاتی تھی۔ یہ بھی ہوتا تھا کہ مکمل تحریر شدہ لوحیں عطا فرما دی جاتی تھیں۔ (اعراف 7/144-145) وہ مادی الواح کہاں اور کیسے تیار ہوتی تھیں؟ کون تیار کرتا تھا۔ اس کا مختصر جواب۔ ''<u>خانوادۂ نبوتؐ</u>''۔ ہے اور مفصل جواب (کتاب مرکز انسانیت میں) دیا جا چکا ہے۔ اس طریقہ تلاوت وتنزیل سے تخریب کار نظام کو تحریف وتبدیل میں سہولت رہتی تھی۔ لیکن قرآن نے تلاوت کا طریقہ ایسا رکھا کہ کسی عنوان یا موضوع کو ایک جگہ اور ایکدم سے بیان نہیں کیا بلکہ وہ طریقہ رکھا جو علامہ مودودی نے لکھ کر ہم سے داد وصول کی۔ اسطرح تخریب کار نظام کو یہ پتہ نہ چل سکا کہ اس آیت کے بعد کیا کہا جانے والا ہے؟ وہ تقاضہ کرتے رہے کہ پورا قرآن ایک دم نازل کرا دو (فرقان 25/32) بہرحال وہ نظام قرآن کے الفاظ میں تبدیلی کرنے سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو گیا۔ الفاظ کے معنی بدلنے اور نئے نئے مختلف ترجمے کرنے پر مجبور رہتا چلا آیا۔ دوسری بات نئی ہے۔ یعنی آپ ناسخ ومنسوخ والی آیت **(2/106)** کے الفاظ <u>نَنْسَخ</u> ۔<u>نُنْسِهَا</u>۔ <u>نَاتِ</u> ۔ <u>بِخَيْرٍ</u> ۔<u>مِثْلِهَا</u>۔<u>آيَةٍ</u> ۔<u>مِنْ</u> ۔<u>مِنْهَا</u> پر نظر رکھیں اور ہماری لکھی ہوئی متعلقہ آیات میں خط کشیدہ لکھے ہوئے الفاظ کو خاص طور پر نوٹ فرمائیں اور اب ہماری ترجمانی سنیں۔

۔'' وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى <u>بِاٰيٰتِنَآ</u> اِلٰى فِرْعَوْنَ <u>وَمَلَا۟ئِهٖ</u> فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O فَلَمَّا جَآءَهُمْ <u>بِاٰيٰتِنَآ</u> اِذَا هُمْ <u>مِّنْهَا</u> يَضْحَكُوْنَ O (زخرف **43/46-47**) وَقَالُوْا مَهْمَا <u>تَاْتِنَا</u> بِهٖ <u>مِنْ اٰيَةٍ</u> لِّتَسْحَرَنَا <u>بِهَا</u> فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ O فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ۔ (2)۔ وَالْجَرَادَ ۔(3)۔ وَالْقُمَّلَ۔(4)۔ وَالضَّفَادِعَ۔(5)۔ وَالدَّمَ <u>اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ</u> فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ O وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ <u>بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ</u> O فَلَمَّا كَشَفْنَا **عَنْهُمُ** <u>الرِّجْزَ</u> اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بَالِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ O فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا <u>بِاٰيٰتِنَا</u> وَكَانُوْا <u>عَنْهَا</u> غٰفِلِيْنَ O (اعراف **7/132-136**)

وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ <u>اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكْبَرُ</u> مِنْ <u>اُخْتِهَا</u> وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ O وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ

اِنَّنَالَمُهۡتَدُوۡنَOفَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُمُ الۡعَذَابَ اِذَاهُمۡ يَنۡكُثُوۡنَO(43/48-50) قَالَ آمَنۡتُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّاالَّذِىۡ آمَنَتۡ بِهٖ بَنُوۡٓ اِسۡرَآئِيۡلَ وَاَنَامِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَO...... فَالۡيَوۡمَ نُنَجِّيۡكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوۡنَ لِمَنۡ خَلۡفَكَ آيَةً (یونس10/90-92)

۔''یقیناً ہم نے ہی موسیٰ کو اپنی آیات (معجزات) سمیت فرعون کی اور اُس کے مُلاّؤں (علم سے بھرپور لوگوں) کی طرف بھیجا تھا۔اور موسیٰ یہ بتاتے ہوئے چلے جارہے تھے کہ پوری کائنات کے خالق اور پرورش کرنے والے نے مجھے پیغام دے کر فرعون کی طرف بھیجا ہے۔چنانچہ جب موسیٰ فرعون اور اس کے مُلاّؤں کے پاس ہماری آیات سے مسلح، پہنچے تو انہوں نے دیکھتے ہی موسیٰ کو مضحکہ کی باڑھ پر رکھ لیا اور خصوصاً ہماری آیات کا (مِنۡهَا) مذاق اڑایا۔اور موسیٰ کو ڈانٹ کر چیلنج کر دیا کہ تم ہمیں مسحور کرنے کے لئے جتنی ہوسکیں وہ سب آیات لا کر ہمارے مستحکم عقائد ونظریات کا امتحان کر دیکھو۔ہم تمہیں اللہ کا رسوؐل ماننے کو تیار نہ ہوں گے۔چنانچہ ہم نے ان پر اپنی آیات کو بتدریج نافذ کرنا شروع کیا اور یکے بعد دیگرے،موزوں مواقع پر ایک سے بڑھ کر دوسری اور دوسری سے بڑھ کر تیسری، چوتھی اور پانچویں آیۃ اس ترتیب سے بھیجی کہ پہلے بارشوں کا ایک طوفان برپا کر دیا2۔اور اس پانی کی کثرت اور دھوپ کے فقدان سے چاروں طرف سے گھانس اور سبزہ پیدا ہوا اور ٹڈی دل نے حملہ کر دیا فصلیں اور مویشی تباہ ہو گئے۔3۔پھر چیچڑیاں سوار ہو گئیں اور ان کا سونا اور چین سے رہنا حرام ہو گیا ۔4۔اُدھر مینڈک نکل پڑے اور ہر چیز پر چھا گئے۔5۔اور زمین واجسام خون میں نہا گئے۔ہوتا یہ تھا کہ جب ایک آیت عذاب بن کر ٹوٹتی تو تنگ آ کر نہایت عاجزانہ درخواست کرتے کہ اے حضوؐر آپ سے اللہ نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ اگر ہم سرکشی چھوڑ دیں اور بنی اسرائیل کو آزادی دے دیں اور ایمان لے آئیں تو وہ حسب وعدہ یہ عذاب کی آیت موقوف کردے گا۔لہٰذا ہم توبہ کرتے ہیں۔آپ اللہ کو ہماری طرف متوجہ فرمائیں اور اس حملہ آور آیت کو منسوخ کرادیں تاکہ ریکارڈ رہے اور وقت ضرورت کام آئے۔چنانچہ ہم جیسے ہی اپنی آیت کا نفاذ روکتے تھے۔وہ لوگ پھر توبہ کو توڑ دیتے تھے اور ہم ان پر پہلے سے تیز اثر کرنے والی بہتر آیت یا ویسی ہی ہم مثل آیت لا کر ٹھونس دیتے تھے۔اور اُن کی ہر عاجزانہ معافیوں پر اُنہیں موقعہ دیتے تھے کہ اگر وہ چاہیں تو سمجھ کر سنبھل کر ایمان لے آئیں۔مگر وہ ہر دفعہ کسی فطری حادثہ کے تصور سے متاثر ہو کر،مثلاً یہ تو ارضی وسماوی حادثہ تھا۔ایسا ہونا ہی تھا۔موسیٰ کا اس سے کوئی تعلق نہیں،اپنے عہد اور توبہ کو توڑتے اور اپنی مجرمانہ ذہنیت میں برابر ترقی کرتے چلے گئے۔اور موسیٰ کو یہاں تک کہہ گذرے کہ۔''او جادوگر مداری ذرا اپنے اللہ کو پھر پکار''۔بہرحال انہوں نے ہماری آیات کی ہمہ قسمی تکذیب کی اور اُن کی طرف پوری طرح متوجہ نہ ہوئے۔تو ہم نے اُن سے انتقام کا فیصلہ کر لیا۔چنانچہ بنی اسرائیل میں اتحاد پیدا کیا اور انہیں دریا سے پار نکال دیا۔لیکن فرعون اور اس کی افواج تعاقب کرتی ہوئی دریا میں داخل ہو گئیں اور اسے بھی ایک آیۃ نہ سمجھا مگر بنی اسرائیل کے پار نکلتے ہی دریا کا رُکا ہوا پانی ایک دم سے گرا اور بہا تو فرعون کے سامنے فضا چیخوں سے بھری ہوئی تھی۔گھوڑے اور سوار اُلٹ اُلٹ کر گر رہے تھے۔ڈوب کر ابھرتے اور مر رہے تھے۔جب فرعون کی سواری بھی غرق ہونے لگی تو اس نے فریاد بلند کی اور کہا کہ میں مانتا ہوں۔میں اسی اللہ پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔اور میں آج سے مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں۔ہم نے کہا کہ تو بہت لیٹ ہو گیا۔تو برابر فساد انگیزی اور سرکشی ونافرمانی میں ڈوبا رہا ۔اب تو ہم تجھے دریا میں ڈبو کر چھوڑیں گے۔**البتہ ہم تجھے تیرے بدن کے ساتھ نجات دے کر تیرے بعد آنے والی نسلوں کے لئے ایک آیۃ بنا کر اپنے انبیاءؑ وآئمہؑ کی حقانیت کا قابل مشاہدہ ثبوت برقرار رکھیں گے''۔**

تحقیق:الفقیہ الحکیم سید محمد احسن زیدی مجتہد ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

ماخوذ: اسلام میں نظامِ ھدایت وتقلید